اسلام کی ابدی صداقتوں کو نئی نسل کے سامنے دُہراتے چلے جائیں تا وہ آئندہ ذمہ داریوں کو نباہنے کے قابل ہو جائے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷/جنوری ۱۹۷۵ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اس وقت جماعت احمدیہ ایک نہایت ہی اہم اور نازک تربیتی دَور میں داخل ہو چکی ہے۔ مخالفت نے اِس وقت جو رنگ اختیار کیا ہے وہ اِس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہم تربیت پر بہت زور دیں۔

تربیت کی ذمہ داری بچوں پر نہیں ڈالی جاسکتی اور نہ نوجوانوں پر ڈالی جاسکتی ہے۔ یہ کام بڑوں کا ہے یعنی عمر میں اور تجربے میں ثقہ اور سُلجھی ہوئی طبیعتوں والے انصار کا یہ فرض ہے کہ وہ تربیت کی طرف توجہ دیں۔ چنانچہ آج مَیں اپنے انصار بھائیوں سے اسی سلسلہ میں مخاطب ہو رہا ہوں۔

الٰہی سلسلے یا اُمّت محمدیہ کے اندر وہ آخری الٰہی سلسلہ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ دُنیا میں قائم کیا گیا، اس سے پہلے کے الٰہی سلسلے تنزّل کرتے ہوئے نئے سلسلوں کی شکل اختیار کرتے چلے گئے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ جو اُمّت بنائی گئی اس میں مختلف ادوار میں اور مختلف علاقوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصلحین اور مجدّدین پیدا کئے گئے۔ جنہوں نے اپنے اپنے علاقوں اور زمانوں میں دین کو قائم کرنے اور قائم رکھنے کی ذمہ داری نباہی اور اس طرح یہ شمعیں نسلاً بعد نسلٍ روشن ہوتی رہیں اور اسلام اپنی خالص اور صحیح شکل میں دُنیا کے سامنے آتا رہا یہاں تک کہ مہدی علیہ السلام کا زمانہ آ گیا اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ

نے پہلے اولیاء اللہ کو بھی بتایا ہے اور اُنہوں نے اپنی کتب میں بڑی وضاحت سے لکھا ہے کہ مہدی علیہ السلام کا نور قیامت تک ممتد ہوگا جس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک ایک کے بعد دوسری نسل کی تربیت ضروری ہے تاکہ وہ نور جو اسلام کا نور ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور ہے جسے دُنیا نے مہدی علیہ السلام کے ذریعہ دیکھا وہ اپنی پوری چمک اور روشنی کے ساتھ قائم رہے ہمارے دِلوں میں بھی اور ہمارے اعمال میں بھی، ہماری کوششوں میں بھی اور ہماری زندگی کے ہر پہلو میں بھی تاکہ جس غرض کے لئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیدا ہوئے تھے، وہ غرض پوری ہوتی رہے اور ہر انسان ہمارے محبوب آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل اپنے رب کی معرفت بھی حاصل کرے اور اس کی رحمتوں کا بھی حصہ دار بنے۔

جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا ہے پہلے انبیاء کے سلسلوں میں تنزل واقع ہوا اور پھر نئے انبیاء مبعوث ہوئے یا اُمتِ محمدیہ میں مجدّدین، مصلحین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق رکھنے والوں اور اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے والوں نے اپنے اپنے وقتوں میں اسلام کے نور کو اور وہ جو سراجِ منیر تھا اس کی روشنی کو ازسرنو قائم کیا تو پھر اس میں تنزل اور تبدیلی جو واقع ہوئی۔ وہ کیوں؟ وہ اِس لئے کہ آئندہ نسلوں کو سنبھالا نہیں گیا اور اُن کی تربیت نہیں کی گئی۔ اُنہوں نے اپنی آنکھوں سے جن حقائق کو اور جن صداقتوں کو اور جن انوار کو اور جن رحمتوں کو دیکھا تھا، آنے والی نسلوں کی آنکھوں سے وہ چیزیں اوجھل ہوگئیں اِس لئے وہ صراطِ مستقیم سے بھٹک گئیں۔

پس ہماری جماعت کے لئے یہ ضروری ہے کہ جو صداقتیں کامل اور مکمل شکل میں قرآن عظیم میں پائی جاتی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ایک کامل نبی جو خاتم تھا تمام روحانی کمالات کا اس کے ذریعہ ہمیں عطا ہوئی ہیں، ہم انتہائی کوشش کریں کہ یہ صداقتیں اور یہ انوار اور یہ حقائق اور یہ برکات اور یہ رحمتیں جماعت احمدیہ کی ایک نسل کے بعد دوسری نسل حاصل کرتی چلی جائے۔ اگلے چودہ سال کا زمانہ میرے نزدیک تربیت پر بہت زور دینے کا زمانہ ہے جس میں ہزاروں احمدیوں کو تربیت یافتہ ہونا چاہیئے اور پھر اس کے بعد جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کئی دفعہ بتایا ہے غلبۂ اسلام کی صدی کا ہم نے استقبال کرنا ہے۔ بہرحال تربیت ساتھ لگی ہوئی ہے لیکن بعض اوقات

تربیت پر زیادہ زور دینا پڑتا ہے اور بعض اوقات اعمال کی طرف زیادہ توجہ کرنی پڑتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تربیت بھی ہوتی رہتی ہے کیونکہ اپنے اندر اسلام کو قائم رکھنے اور شریعت محمدیہ کے انوار کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے زیادہ توجہ دینی پڑتی ہے اور مستانہ وار جہاد کرنا پڑتا ہے۔ بہرحال یہ زمانہ تربیت کا زمانہ ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ عمل نہیں کرنا۔ تربیت کا زمانہ اس معنے میں مراد ہے کہ اس وقت تربیت کی طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل بھی ان ذمہ داریوں کو نباہنے کے قابل ہو کر ہمارے شانہ بشانہ کھڑی ہو جائے اور اس لحاظ سے بھی کہ انشاء اللہ بڑی وسعت پیدا ہوگی اور بہت زیادہ تعداد میں مربیوں کی ضرورت پڑے گی۔ ہمیں اس طرف توجہ کرنی چاہیئے کیونکہ ہماری کامیابی کے لئے مربّیوں کا ہونا ضروری ہے۔ ضرورت کے وقت مربّیوں کا میسر آنا یہ بھی اس وقت کا ایک اہم تقاضا ہے۔

پس اگر ہم خود اپنے نفوس کی اصلاح کر لیں اور اگر ہم یہ کوشش کریں کہ ہمارا ماحول تربیت یافتہ اور اصلاح یافتہ ہو جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم ہر وقت اُن صداقتوں کو جو اسلامی عقائد میں پائی جاتی ہیں اور اُن حقیقتوں کو جنہیں قرآنی شریعت نے ہمارے سامنے رکھا ہے اُن کو خود سمجھیں اور اُن کے مطابق اپنی زندگی گزار دیں اور اپنی چھوٹی نسلوں کو، نوجوانوں کو اور نئے آنے والوں کو بھی اسلامی تعلیمات کی صداقتوں اور قرآنی حقائق سے آگاہ کریں بلکہ ان صداقتوں کو حفظ کرا دیں اور اُن کی زندگی کا جزو بنا دیں۔ تب ہم خود کو جماعتی اجتماعی لحاظ سے اس قابل بنا سکیں گے کہ جو ذمہ داری اگلے تیرہ چودہ سال میں ہم پر پڑنے والی ہے ہم اُسے نباہ سکیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر سکیں اور اس کی خوشنودی کو پا سکیں۔

جو صداقت مثلاً اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کے متعلق اسلام نے ہمیں بتائی ہے، وہ تو ایک عجیب اور حسین تعلیم ہے۔ بہت سی حقیقتیں ہیں جو ہم کو بتائی گئی ہیں۔ اُن کے عرفان اور معرفت کو قرآن کے ذریعہ ہم نے حاصل کیا مگر انسان یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ کس طرح مسلمانوں کی ایک نسل کے بعد دوسری نسل نے یہ صداقتیں بُھلا دیں اور اُن کی طرف توجہ نہیں دی۔ یہ کیسے ممکن ہوا؟ لیکن جب ہم اپنی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ عملاً یہ ممکن ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کو ماننے والے عملاً بہت سی بدعات کا شکار ہو گئے اور یہ آج کی بات نہیں۔

پچھلے چودہ سو سال میں ہزاروں لاکھوں مصلحین نے یہی اعلان کیا کہ صداقتیں تمہیں دی گئیں۔ آسمان سے نور تمہارے اوپر نازل ہوا پھر بھی تم اندھیروں میں جا چُھپے اور وہ صداقتیں تم سے اوجھل ہو گئیں اور وہ معرفت اور عرفان جاتا رہا۔ وہ محبت اور وہ عشق کا ماحول قائم نہ رہا۔ ایک طرف اتنی عظیم صداقتیں ہیں۔ اتنا عظیم حُسن ہے اور دوسری طرف اُن کا نظر سے اوجھل ہو جانا بھی ایک ایسا واقعہ ہے کہ انسانی عقل اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار تو نہیں لیکن انسان کا مشاہدہ بتاتا ہے کہ ایسا واقعہ ہو گیا۔ اس لئے یہ بڑے خطرے کی بات ہے کہ ہم جو بڑے ہیں ہم جو انصار اللہ کہلاتے ہیں۔ ہم اگر اپنے کام سے غافل ہو گئے اور اگر ہم نے اپنی ذمہ داریاں نہ نباہیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ جو بعد میں آنے والی نسل ہے یا جو ان کے بعد آنے والی نسل ہے وہ کمزوری دکھائے اور اللہ تعالیٰ کے قہر کا مورد بن جائے حالانکہ اُن کو اس لئے پیدا کیا گیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیار کو پائیں۔ خدا تعالیٰ نے جو فیصلہ کیا ہے وہ تو پورا ہوگا۔ ہمیں اپنی اور اپنے بچوں کی اور اپنی نسلوں کی فکر کرنی چاہیئے۔ اس لئے میں انصار اللہ کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ہر جگہ جہاں ایک یا ایک سے زائد انصار پائے جاتے ہیں تربیتی ماحول پیدا کریں اور اپنے گھروں میں، اپنی مساجد میں، اپنے ڈیروں میں اور اپنی بیٹھکوں میں ان باتوں کو دُہرائیں۔ اس شکل میں اور اس تفصیل کے ساتھ جو مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے سامنے رکھی ہیں اور یہ کوشش کریں کہ اس معرفت کے حصول کے بعد دوسروں کو بھی معرفت سکھائیں۔ معرفت ایک تو خود اپنے لئے اُنس اور لگاؤ اور پیار پیدا کرتی ہے یعنی اعلیٰ تعلیم خود اپنے حُسن کی طرف کھینچتی ہے لیکن وہ تو ایک ذریعہ ہے، منزل تو نہیں وہ تو ایک راہ ہے خدا تعالیٰ کا پیار دلوں میں پیدا کرنے کے لئے۔

پس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو صداقتیں پیش کی ہیں قرآن کریم نے جو ہدایتیں دی ہیں، وہ ہر ایک کے سامنے حاضر رہنی چاہئیں۔ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے متعلق ہمیں جو کچھ بتایا گیا ہے، وہ ہمیں بھول نہیں جانا چاہیئے۔ اسلام کی شرک سے مبرّا تعلیم کے ہوتے ہوئے بعض لوگ قبروں پر سجدہ کرتے ہیں۔ اسی قسم کی اور بھی بہت سی بدعات ہیں جو مسلمانوں کے اندر گھس آئی ہیں۔ انسان اپنے مالک اور اپنے خالق اور اپنے

رب کریم اور اپنے خدائے رحمان، رحیم اور مالک یوم الدین کو بھول جاتا ہے اور راہِ ہدایت سے بھٹک جاتا ہے۔ یہ بڑے فکر کی بات ہے۔ پہلوں نے جو غلطی کی، جماعت احمدیہ کو اس غلطی سے محفوظ رہنا چاہیئے اسے محفوظ رکھنا چاہیئے۔ آنے والی نسلوں کے سامنے ایک تربیتی پروگرام کے ماتحت اسلام کی ابدی صداقتوں کو دہراتے چلے جانا چاہیئے تاکہ وہ غلطی سے محفوظ رہیں۔

بڑی دیر ہوگئی انصار اللہ سے مَیں نے باتیں نہیں کیں۔ بدلے ہوئے حالات کے تقاضے بھی بڑے اہم ہو گئے ہیں۔ ہم ایک نازک دَور میں داخل ہو گئے ہیں اس لئے انصار اللہ کو چاہیئے کہ وہ باقاعدہ ایک منصوبہ بنائیں۔ اس منصوبہ کی تکمیل پر بے شک مہینہ دو مہینے لگائیں لیکن ایک جامع منصوبہ تیار ہو۔ اگر ایک خاندان احمدی ہے تو اس ایک خاندان تک بھی قرآن عظیم کی عظیم صداقتیں پہنچ جائیں۔ آپس میں تبادلہ خیالات کریں۔ باتیں کریں اور سوچیں پہلوں نے اسلامی صداقتوں سے جو کچھ حاصل کیا اس کے متعلق غور کریں اور ان باتوں کو اتنا دُہرائیں، اتنا دُہرائیں کہ وہ ذہن کا ایک حصہ بن جائیں، انسانی دماغ کا ایک جزو بن جائیں اور کوئی رخنہ باقی نہ رہے کہ جس کے ذریعہ شیطانی وساوس انسان کے دماغ میں داخل ہو سکیں۔

امید ہے انصار اللہ اس اہم امر کی طرف توجہ کریں گے اور کوئی ٹھوس پروگرام بنانے سے پہلے مجھ سے مشورہ بھی کر لیں گے۔ مَیں نے ہدایت دی تھی کہ کچھ کتابوں پر مشتمل لٹریچر شائع ہونا چاہیئے۔ کتابوں میں لٹریچر پڑا رہے تو یہ تو کوئی چیز نہیں، اسے سامنے آنا چاہیئے۔ اس کے متعلق تبادلہ خیالات کرنا چاہیئے۔ باتیں کرنا اور ایک دوسرے سے پوچھنا ضروری ہے کیونکہ اگر ہم ایسا نہ کریں تو بعض پہلو جہالت کی وجہ یا ناسمجھی کی وجہ سے یا شرم کی وجہ سے بعض دفعہ چھپے رہتے ہیں اور وہ بچوں اور نئے آنے والوں کے سامنے واضح ہو کر نہیں آتے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ کتابوں کو پڑھنے کی ایک رَو پیدا کر دینی چاہیئے۔ ایسی کتابیں ہوں جنہیں احباب ہر وقت اُٹھتے بیٹھتے مطالعہ میں رکھیں۔ آپس میں باتیں کریں۔ کسی مسئلہ کو لے کر سوچیں کہ اس کی کیا برکتیں ہیں۔ پہلوں نے اس سے کیا حاصل کیا۔ ہم اس سے کیوں محروم ہیں؟ اس کے لئے ہمیں کس طرح کوشش کرنی چاہیئے۔ کس قسم کا پیار ہمیں اپنے دلوں میں پیدا کرنا چاہیئے؟ ہمیں کس قسم کا تعلق اپنے رب سے اور اپنے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سے پیدا کرنا چاہیئے۔کس رنگ میں آپ ہمارے لئے اُسوہ ہیں؟کس طرح ہمیں اس اُسوہ کو اختیار کرنا چاہیئے۔کون سی راہ ہے جس پر چل کر اور کون سا طریق ہے جس پر گامزن ہو کر اُس نور سے حصہ لے سکتے ہیں اور اس سے اپنے سینوں کو اور اپنے ماحول کو اور اپنے خاندانوں کو منوّر کر سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

پس ان باتوں کو یاد رکھنا چاہیئے، بھول نہیں جانا چاہیئے۔انسان اپنی آنکھوں سے بھی علم حاصل کرتا ہے۔کانوں سے بھی علم حاصل کرتا ہے اور ناک سے بھی علم حاصل کرتا ہے۔بعض اور حِسّیں ہیں، اُن سے بھی علم حاصل کرتا ہے مثلاً وہ اپنی زبان سے بھی علم حاصل کرتا ہے۔ زبان سے صرف کھانے والی چیزوں کا ذائقہ ہی نہیں حاصل کیا جاتا۔کیا انسان خدا تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے زبان سے لذّت نہیں حاصل کرتا؟ یقیناً حاصل کرتا ہے اس لئے محض کھانے کی لذت نہیں جو زبان سے حاصل ہوتی ہے بلکہ روحانی لذّتیں بھی ہیں جو زبان سے ہمیں حاصل ہوتی ہیں۔مثلاً دعا ہے دعا زبان سے کی جاتی ہے ہم خدا سے دعا کرتے ہیں اور اس سے ہمیں ایک قسم کی لذّت حاصل ہوتی ہے۔مَیں نے پہلے بھی بتایا تھا ایک دفعہ میرے دماغ میں عجیب خیال پیدا ہوا۔مَیں نے خدا سے یہ دعا کی کہ اے خدا! کھانا پینا یا اس قسم کی اَور ہزاروں چیزیں ہیں جن کے ذریعہ ہم لذت حاصل کرتے ہیں لیکن ان مادی ذرائع کے علاوہ خود اپنی رحمت سے ایسا سامان پیدا کر کہ میں ایک لذت حاصل کروں۔عجیب دُعا تھی جو میرے دل سے نکلی لیکن اللہ تعالیٰ نے اُسی وقت اس دُعا کو قبول کیا اور ۲۴ گھنٹے تک سر سے پاؤں تک میرا جسم سرور حاصل کرتا رہا۔یہ روحانی طور پر زبان کی لذت نہیں تو اور کیا ہے۔ہم دعائیں کرتے ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں وہ ہم پر اپنے فضلوں کو نازل کرتا ہے۔آخر دعا ہم زبان سے کرتے ہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ زبان کا کام صرف ’’چسکے‘‘ کا ہے کہ کھایا اور مزہ اُٹھا لیا۔مادی چیزوں سے حظّ اُٹھانے کے لئے ہی زبان پیدا نہیں کی گئی۔وہ بھی ضروری ہے کیونکہ زندگی اور اس کے قیام کے لئے کھانا پینا بھی ضروری ہے لیکن زبان کی لذت صرف یہی نہیں یہ بھی ایک چھوٹا سا حصہ ہے اس لذت کا جو زبان کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے اصل لذت وہ ہے جو انسان ذکر الٰہی سے حاصل کرتا ہے۔اسی طرح کان

ہے۔ دُنیا بہک گئی۔ سماع ایک محاورہ بن گیا۔ عجیب لوگ ہیں کہ صرف گانے سُن کر لذّت حاصل کرتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ کی آواز جب کان میں پڑتی ہے تو جو لذّت کان کے ذریعہ انسان حاصل کرتا ہے اس کا کروڑواں حصہ بھی انسان گانے سُن کر حاصل نہیں کر سکتا۔ ایک وہ لذت ہے جو وقتی اور چند منٹ کے بعد ختم ہو جاتی ہے اور ایک وہ لذت ہے جو انسان کی زندگی کو بدل دیتی ہے یعنی پیار کی آواز۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ آپ نے جس رنگ میں اور جس طور پر خدا تعالیٰ کی آواز کو سُنا اور جو لذت آپ نے محسوس کی اُس کا آپ نے کئی جگہوں پر ذکر کیا ہے اس کو بچوں کے سامنے آنا چاہیئے۔ شاعر کی جو آواز گانے کے ذریعہ آتی ہے یہ قابلِ التفات اس لئے بھی نہیں کہ شاعر تو بہک جاتا ہے ایک مصرع میں ایک مضمون ہوتا ہے تو اگلے مصرع میں اس سے الٹ مضمون ہوتا ہے۔ ایک شعر میں شمال کا مضمون تھا تو دوسرے میں جنوب کا شروع ہو گیا۔ گویا شاعرانہ تخیّل کے اندر ہمیں بالکل متضاد اور ایک دوسرے سے بُعد رکھنے والے مضامین نظر آتے ہیں لیکن ایک وہ آواز ہے جو کان کے ذریعہ ہمیں لذت دیتی ہے اور اس آواز میں نہ کوئی تضاد ہے اور نہ یہ عارضی ہوتی ہے بلکہ مستقل طور پر ہمیشہ کے لئے ہے جب تک انسان اپنے مقام پر قائم رہے یہ آواز لذت پیدا کرتی رہتی ہے۔ اسی طرح مثلاً ناک ہے وہ صرف خوشبو سونگھنے والا یا بدبو محسوس کرنے والا آلہ تو نہیں ہے انسان ناک سے بہت سی روحانی چیزیں سونگھتا ہے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ناک کہتا ہے کہ یہ چیز ہے یا یہ چیز نہیں ہے تو جیسا کہ یہ محاورہ بھی ہے کہ مَیں یہ Smell کرتا ہوں مثلاً دوسروں کی روحانی خوبیاں ہیں سوائے روحانی انسان کے دوسرے نے ابھی تک اس کو سمجھا ہی نہیں لیکن صرف خوشبو سونگھنے یا بدبو سونگھ کر اس سے بچنے کے لئے تو انسان کو ناک نہیں دیا گیا بلکہ اس کے بہت سے روحانی فوائد ہیں۔ ہماری جتنی حِسیں ہیں ان کی افادیت صرف مادی پہلوؤں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ان کا اصل فائدہ یہ ہے کہ وہ ہمارے لئے روحانی طور پر لذت اور سرور کے سامان پیدا کرتی رہیں۔

غرض خدا تعالیٰ کا جو پیار ہے وہ ایک راستہ سے تو ہم تک نہیں پہنچا وہ تو ہر راستہ سے ہم تک پہنچتا ہے۔ بدبخت ہے وہ انسان جس کو ہر راہ سے پیار نہیں ملا اور اس سے بھی بدبخت ہے وہ

نوجوان جو احمدیت میں پیدا ہوا اور خدا کے پیار سے محروم رہا۔ اس کی ذمہ داری انصار اللہ پر ہے۔

پس انصار اللہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور تربیت کا پروگرام بنائیں اور ہر ایک کو معرفت کے مقام پر کھڑا کرنے کی کوشش کریں۔ ٹھیک ہے ہر ایک نے اپنی استعداد اور اپنی قوتوں کے مطابق اس معرفت کو حاصل کرنا ہے لیکن یہ بھی درست ہے کہ ہمارا ہر بچہ جو اپنے دائرہ استعداد کے اندر اپنے کمال کو نہیں پہنچتا وہ مظلوم ہے اور ہمارے اوپر اس کی ذمہ داری آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور ان کو ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری نوجوان نسل کو اور نئے آنے والوں کو یہ توفیق دے کہ وہ اپنے مقام کو سمجھیں جس طرح ایک اُبلنے والی دیگ جس کے اُبلنے میں کچھ وقت لگتا ہے ایک دیگ جو اُبل رہی ہے وہ بعض دفعہ آدھے گھنٹہ میں یا گھنٹے میں اس درجۂ حرارت کو پہنچتی ہے لیکن اُس اُبلتی ہوئی دیگ میں دو قطرے ٹھنڈے پانی کے ڈالو تو ایک سیکنڈ میں اُبلنے لگتی ہے۔ اسی طرح ہمارے اندر بھی خدا تعالیٰ کی محبت اور پیار کی اتنی گرمی ہونی چاہیئے کہ اس کے مقابلے میں اُبلتے ہوئے پانی کی کوئی گرمی نہ ہو۔ باہر سے آنے والے ہمارے اندر شامل ہوتے ہیں یا ہماری جو نوجوان نسل ہے جب وہ بڑی ہو کر اپنی ذہنی اور روحانی بلوغت کو پہنچتی ہے تو جس طرح ایک سیکنڈ یا اس کے ہزارویں حصے میں ٹھنڈے پانی کا قطرہ ابلنے لگتا ہے (جو اُبلتی دیگ میں ڈالا جائے) اور حرارت کے بلند درجے کو پہنچ جاتا ہے اسی طرح یہ بھی خدا کی محبت اور پیار میں انتہائی طور پر گداز ہو جائیں۔

پس ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دو کو توفیق دے انصار اللہ کو بھی کہ وہ تربیت کی ذمہ داری کو نباہ سکیں اور نوجوانوں کو بھی کہ وہ اس تربیت کو قبول کرلیں اور سارے کے سارے بلا استثناء اس مقام تک پہنچ جائیں کہ وہ ہر پہلو سے معرفت الٰہی اور عرفانِ باری کو حاصل کر چکے ہوں اور وہ اس بات کے قابل ہو گئے ہوں کہ جب غلبہ اسلام کی اس عالمگیر اور ہمہ گیر جدوجہد میں وسعتیں پیدا ہوں اور اس وقت ہزاروں مربیوں کی ضرورت ہو تو ہزاروں لاکھوں مربی موجود ہوں تا کہ دنیا کو سنبھالا جا سکے اور نوع انسانی کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کیا جا سکے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۱؍فروری ۱۹۷۵ء صفحہ ۲ تا ۵)